لازماً خدا کی تقدیر ایک دن تکبّر کا سر توڑ دے گی

تاریخ وقت کے ساتھ ساتھ امریکہ کے مظالم کے داغ دُنیا کو نمایاں کر کے دکھاتی رہے گی

روزنامہ **الفضل** ربوہ

فون ۴۴۹

ایڈیٹر: نسیم سیفی

خطبہ نمبر: ۱۶

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۷۶/۴۱	سوموار ۳۰ شعبان ۱۴۱۱ ھ / ۱۸ امان ۱۳۷۰ ہش / ۱۸ مارچ ۱۹۹۱ء	نمبر ۶۴

اگر دُنیا کی تاریخ کا رُخ کسی نے موڑنا ہے تو صرف حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جماعت کی دُعاؤں نے یہ رُخ موڑنا ہے

یاد رکھو کہ جب تمہاری روحیں خدا کے آستانے پر پگھلیں گی تو دُنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کے پگھلنے کے دن آ جائیں گے

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بتاریخ ۲۲ تبلیغ ۱۳۷۰ ہش (۲۲ فروری ۱۹۹۱ء) بمقام بیت الفضل لندن

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

امریکہ بیرونی دُنیا کی نظر سے خود کو دیکھنے کی کوشش کرے

"میں نے گذشتہ خطبے میں ذکر کیا تھا کہ میں آئندہ (اللہ نے چاہا تو) دُنیا کو مختلف پہلوؤں سے بعض مشورے دوں گا جن کا آغاز امریکہ سے ہوگا۔ امریکہ کو سب سے پہلا مشورہ تو میں یہ دیتا ہوں کہ وہ بیرونی نظر سے بھی اپنے آپ کو دیکھنے کی کوشش کرے۔ صدر بُش اِس وقت جس قسم کے ماحول میں گھرے ہوئے ہیں اور جیسی تعریفیں اپنے اقدامات کی سُن رہے ہیں اُن کو ذہنی طور پر نفسیاتی لحاظ سے یہ ہوش ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے اقدامات اور اپنی پالیسیوں کا بیرونی نظر سے بھی جائزہ لے کے دیکھیں کہ دُنیا میں اُن کی کیا تصویر بن رہی ہے۔

جہاں تک امریکہ کا اپنا خیال ہے، صدر بُش کا اپنا خیال ہے وہ سمجھتے ہیں کہ میں نے اب سب دُنیا کو اپنی ایڑی کے پیچھے لگا لیا ہے اور اس سے وہ شکاریوں کا محاورہ HEEL کرنا یاد آجاتا ہے جو بندوق کے شکاری کتّوں کی مدد سے شکار کو نکلتے ہیں تو کتے کو ایڑی کے پیچھے لگانے کو HEEL کرنا کہتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے انگلستان کو بھی HEEL کر لیا۔ دوسرے اتحادیوں کو بھی HEEL کر لیا اور جب شکار پر نکلتے ہیں ان HEEL ہوئے ہوئے ساتھیوں کے بعد اور بھی کچھ جانور ہیں جو اِس شوق میں اور اس اُمید پر ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ جب شکار ہوگا تو بچا کچھا ہمیں بھی ملے گا۔ یہ تصوّر ہے صدر بُش کا اُن تمام اقدامات سے متعلق جو اب تک کویت کے نام پر عراق اور مسلمان دُنیا کے خلاف کئے جا چکے ہیں لیکن ایک اَور پہلو سے دیکھیں تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے اور یقیناً یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ صدر بُش سے زیادہ یا امریکہ سے زیادہ اسرائیل کو یہ حق ہے کہ یہ کہے کہ ہم نے سب دُنیا کو HEEL کر لیا ہے اور امریکہ بھی ہمارے پیچھے اسی طرح چل رہا ہے جس طرح شکاری کے ساتھ کُتے اس کی ایڑی کے پیچھے چلتے ہیں اور یہ تصویر زیادہ درست ہے اور دُنیا اسی نظر سے ان سارے حالات کا جائزہ لے رہی ہے۔

زاویہ بدلنے سے چیزیں مختلف دکھائی دینے لگتی ہے ایک زاویہ امریکہ کا ہے، ایک دوسرا زاویہ ہے۔ میں اس کی چند مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا خیال یہ ہے کہ اسرائیل اُن کے تیل کے اور دیگر مفادات کا محافظ ہے۔ اس لئے ہر قیمت پر ہمیں اسرائیل کو راضی رکھنا چاہیئے خواہ اس کے نتیجے میں ساری دُنیا ناراض ہو۔ اس کے برعکس اسرائیل کا بھی ایک نظریہ ہے اور وہ نظریہ یہ ہے کہ اگر تمام ایشیا کی رائے عامہ ہمارے مخالف ہو جائے تو اس کے باوجود ہمیں ایک مغربی مُلک کا ساتھ زیادہ پسند ہوگا۔ پس امریکہ یہ سمجھ رہا ہے اور امریکہ کے اتحادی بھی کہ ان کو اسرائیل کی ضرورت ہے۔ واقعۃً اسرائیل کے نقطۂ نگاہ سے اسرائیل کو مغرب کی ضرورت ہے۔ یہ کھیل کیوں اس طرح جاری ہے؟ کس مقام تک، کس انتہاء تک پہنچے گا؟ اس سلسلے میں میں آپ کے سامنے بعض باتیں بعد میں رکھوں گا۔

جہاں تک تیل کے مفادات کا تعلق ہے امرِ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح گہری نظر سے اسرائیل کے مزاج کے مطالعہ کا حق ہے یہ لوگ اس میں ناکام رہے ہیں۔ اسرائیل کا مزاج ایسا ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ تیل کے اتنا قریب رہتے ہوئے وہ بالآخر تیل پر حملے کی کوشش نہ کرے۔ تیل کا محافظ اسرائیل کو بنانا ویسا ہی ہے جیسے پنجابی میں کہا جاتا ہے کہ — دُودھ دا راکھا بِلّا تے چھولیاں دا راکھا بکرا — سادہ سی مثال ہے مگر اس میں بہت گہری حکمت ہے۔ اگر چنوں کو بکروں کے سپرد کر دیا جائے کہ ان کی حفاظت کریں یا دودھ کو بِلّوں کے سپرد کر دیا جائے تو اس سے بڑی حماقت نہیں ہو سکتی۔ پس جن مفادات کی حفاظت اسرائیل کے سپرد کی جا رہی ہے اُن مفادات کو سب سے زیادہ خطرہ اسرائیل سے ہے۔ اور آخر بات وہیں تک پہنچے گی اگر اس وقت دُنیا نے ہوش نہ کی۔ لیکن ان امور کا بھی نسبتاً تفصیل سے بعد میں ذکر کروں گا۔

نفرت ہمیشہ نفرت کو جنم دیتی ہے

اسرائیل ایک اَور بات اپنے مغربی اتحادیوں، خصوصاً امریکہ کے کان میں یہ پھونک رہا ہے کہ اس علاقے میں امن کے قیام کا صرف ایک ذریعہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے، ایک حل ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں ناصروں اور صداموں کی پیداوار کو ختم کر دیا جائے۔ جب تک اس علاقے میں ناصر پیدا ہوتے رہیں گے اور صدّام پیدا ہوتے رہیں گے کبھی اِس علاقے کو امن نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس پیغام کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ عرب کے زندہ رہنے کی اور آزادی کی رُوح کو کچل دیا جائے اور فلسطینی کی حمایت کے تصوّر کو کچل دیا جائے اور یہ وہ نظریہ ہے جس کو مغرب عملاً تسلیم کر چکا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ حقیقت میں یہ مظالم ناصروں اور صداموں کی پیداوار نہیں بلکہ وہ مظالم کی پیداوار ہیں۔ ایک ناصر کو مٹانے کے لئے جو مظالم انہوں نے مصر پر اور دیگر مسلمان ممالک پر کئے تھے آج صدّام اُن کی پیداوار ہے اور نفرت کے نتیجے میں ہمیشہ نفرت اُگتی ہے اور کبھی نیم کے درخت کو میٹھے پھل نہیں لگا کرتے۔ پس بالکل اُلٹ نقشہ ہے۔ جب تک آپ عربوں سے ناانصافی کرتے رہیں گے، عربوں پر مظالم توڑتے رہیں گے ایک کے بعد دوسرا ناصر اور ایک کے بعد دوسرا صدّام پیدا ہوتا رہے گا اور یہ تقدیرِ الٰہی ہے جس کا رُخ آپ نہیں بدل سکتے۔ آپ نے عراق پر اب تک جو بمباری کی ہے وہ اتنی ہولناک اور اتنی خوفناک ہے کہ جنگِ عظیم کی بمباریاں اُس کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ جنگِ عظیم میں ۶ سالوں میں تمام دُنیا میں جتنے بم برسائے گئے وہ ۲۷ لاکھ ٹن تھے اور صرف عراق پر ایک مہینے سے کچھ زائد، پانچ ہفتوں میں جتنے بم گرائے گئے ہیں وہ ۱½ لاکھ ٹن ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کتنی شدّت کے ساتھ یہاں مظالم کی بوچھاڑ کی جا رہی ہے۔ انسانی فطرت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہ بم صدّامیت کو مٹا نہیں رہے بلکہ لاکھوں نوجوانوں کے دل میں خواہ وہ عرب ہوں یا غیر عرب مسلمان ہوں مزید صدّام پیدا کرنے کی تمنّا پیدا کر رہے ہیں۔ بہت سی ایسی نوجوان نسلیں ہیں جو آج اِن حالات کو دیکھ رہی ہیں اور ان کے ردِّ عمل میں اُن کے دل فیصلہ کر چکے ہیں کہ ہم نے کل کیا کرنا ہے۔ پس بموں کی بوچھاڑ سے یہ اگر میٹھے پھلوں کی توقع رکھیں تو اس سے بڑی جہالت ہو ہی نہیں سکتی۔ نفرتیں ہمیشہ نفرتوں کو پیدا کرتی ہیں۔

نفرت کی وجہ کیا ہے؟ جب تک وہاں نہیں پہنچیں گے۔ کونسی نفرتیں ہیں جنہوں نے ناصر اور صدّام پیدا کئے جب تک ان کا کھوج نہیں لگائیں گے اور اُن کی بیخ کنی کی کوشش نہیں کریں گے اس علاقے کو امن نصیب نہیں ہو سکتا۔

اسرائیل کے ارادے

جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے اور حقائق اس بات کے گواہ ہیں، دراصل اسرائیل کا قیام ہی تمام نفرتوں کا آغاز ہے، تمام نفرتوں کی جڑ ہے اور اسرائیل کے قیام کے تصوّر میں جنگیں شامل ہیں اور یہ بات جو میں کہہ رہا ہوں یہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ ڈیوڈ بن گوریان جو اسرائیل کے بانی مبانی ہیں ان کا یہ دعویٰ ہے۔ میں اس کا اقتباس پڑھ کر سناتا ہوں MAKING OF ISRAEL میں صفحہ ۵۵ پر JAMES CAMERON لکھتے ہیں:-

"FOR BIN GORIAN THE WORD "STATE" HAD NOW NO MEANING OTHER THAN AN INSTRUMENT OF WAR."

اسرائیل کے حصول کے بعد بن گوریان کے تصوّر میں اب ریاست کے کوئی اور معنی نہیں رہے سوائے جنگ کے۔ یعنی بِن گوریان نے کہا:-

I can think of no other meaning now, he said

I feel that the wisdom of Israel now is that to wage war, that and nothing else, that and only that

میں یقین رکھتا ہوں کہ اب اسرائیل کی حکمت اور اس کی عقل کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ جنگیں کرے اور اس کے سوا اور کوئی خلاصہ نہیں۔ جنگ اور جنگ اور جنگ۔

اس عبارت کو پڑھ کر مجھے کولرج کی دو سطریں یاد آگئیں جو اس نے اپنی مشہور نظم قُبلا خان میں قُبلا خان کے متعلق لکھیں۔ قُبلا خان کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:-

And amid this tumult kubla heard from far ancestral voices prophesying war !

اس غلغلے میں، اس شور اور ہنگامے میں قُبلا نے دُور سے آتی ہوئی اپنے آباؤ اجداد کی آواز سُنی جو جنگ کی پیشگوئی کر رہی تھی۔

قُبلا نے وہ آواز سنی یا نہیں سُنی لیکن ڈیوڈ بن گوریان نے یقیناً زائن ہل ZION HILL سے بلند ہوتی ہوئی یہ آواز سُنی ہے کہ اے اسرائیل! آج کے بعد تمہارے قیام کا مقصد صرف ایک ہے اور صرف ایک ہے کہ جنگیں کرتے چلے جاؤ اور تمام دُنیا کو جنگ میں جھونکتے چلے جاؤ۔ اس کے بغیر اسرائیل کا اور کوئی مفہوم نہیں ہے۔ پس اس اسرائیل کی تائید میں امریکہ اور اس کے اتحادی اپنے آپ کو خواہ کسی دھوکے میں مبتلاء رکھیں، اس اسرائیل کی تائید کے بعد کسی امن کا تصوّر ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ اسرائیل کی سرشت میں داخل ہے اُن کی تعریف میں داخل ہے کہ اب ساری دُنیا کو ہمیشہ جنگوں میں جھونکنا ہے اور کیوں جھونکنا ہے؟ اس سلسلے میں آخر پر اس راز سے پردہ اٹھاؤں گا، اگرچہ وہ خاص بڑا راز بھی نہیں۔

اسرائیل کی جنگی تیاریوں کا جہاں تک تعلق ہے، اب تک دُنیا کو یہ بتانے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ عراق دُنیا کے لئے اتنا بڑا خطرہ ہے کہ وہ ہٹلر ہے، وہ نازی ازم کی ایک نئی نمود ہے۔ نئی شکل میں نازی ازم ظاہر ہُوا ہے۔ حالانکہ عراق کا یہ حال ہے کہ خود ایک مغربی مبصر نے لکھا کہ اس کو تم ہٹلر کہہ رہے ہو جو ۸ سال تک ایران جیسے ملک پر قبضہ نہیں کر سکا اور ہٹلر نے آناً فاناً سارے یورپ میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ اس سے تمہاری رُوحیں کانپتی تھیں۔ وہ برلن سے اُٹھا ہے اور لینن گراڈ کے دروازے کھٹکھٹا رہا تھا اور ادھر اس کے راکٹ تمہارے لنڈن شہر پر برس رہے تھے اور تم کس مُنہ سے صدّام کو ہٹلر کہہ رہے ہو جس کے اُوپر تمہارے راکٹ برس رہے ہیں۔ کیسا جاہلانہ تصوّر ہے۔ ایک سکڈ میزائل بھی نہیں بنا سکتا۔ گن رہے ہیں کہ کتنی باقی رہ گئی ہیں اور جو پیوند اُس پر لگایا تھا تاکہ اُس کی یعنی سکڈ میزائل کی رینج بڑھ جائے وہ ایسا بیہودہ سا بنا ہُوا ہے بیچارہ، جس طرح ہمارے لوہارے ترکھانے کام ہوتے رہیں کہ اس پر یہ گرے ہوئے پر مذاق اڑا رہے تھے کہ یہ تو حال ہے عراق کا، ہم سے جنگ کی باتیں کرتا ہے۔ سکڈ میزائل میں صحیح طریق پر ایک تھوڑے سے ٹکڑے کا اضافہ بھی نہیں کر سکتا۔ یہ ہٹلر ہے اور اسرائیل کے ایک جرنیل نے یہ دعویٰ کیا بلکہ یہ کہتا ہے۔ کئی جرنیل یہ دعوے کر چکے ہیں۔

"Israel Generals have been boasted that they could take on all the Arabs armies at the same time and still destory them, and the chife of staff has even claimed that he could defeat the Armed Forces of the Soviet Union."

(Dispossessed, the ordeal of the Palestinians, page 224, By David Gilmour)

ڈیوڈ گلمور اپنی اس کتاب میں لکھتا ہے کہ اسرائیلی جرنیل بارہا یہ دعوے کر چکے ہیں کہ اگر تمام عرب کی متحدہ قوت سے بھی ہم ٹکرائیں اور بیک وقت ٹکرائیں تو ہم اُن تمام کو پارہ پارہ کر سکتے ہیں اور عرب متحدہ قوت کی کیا حیثیت ہے اگر سوویٹ یونین بھی ہم سے ٹکر لے تو ہم میں یہ طاقت ہے کہ ہم سوویٹ یونین کو شکست دے دیں۔

پس ایک خیالی فرضی ہٹلر کو تباہ کرنے کے لئے ایک حقیقی ہٹلر کو یہ پال رہے ہیں۔ اور کیسے اندھے ہیں، کیسے بصیرت سے عاری لوگ ہیں کہ ان کو یہ پتہ نہیں کہ ہٹلر کا یہ نام صدّام کو اور فلسطینیوں کو خود اسرائیلیوں نے دیا ہُوا ہے۔ ہٹلر کے نام پر یہ ہٹلر پال رہے ہیں اور ابھی آئندہ اگر یہ سمجھے نہیں تو ان کی آنے والوں تاریخ بتائے گی کہ اسرائیل کے کیا ارادے ہیں اور ان کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ساتھ خود اسرائیل کیا سلوک کرنے والا ہے۔

اسرائیلی بربریت کے سیاہ ترین ابواب

اس پس منظر میں جب مسلمان یہ دیکھتے ہیں کہ اسرائیل ظلم پر ظلم کرتا چلا جا رہا ہے اور اس کی حمایت پر حمایت ہوتی چلی جا رہی ہے تو وہ حیران رہ جاتے ہیں۔ ان کو سمجھ نہیں آتی کہ ہم سے ہو کیا رہا ہے۔ اسرائیل کی طرف سے بار بار مسلمانوں کی دہشت گردی کے ذکر ہوئے ہیں اور ساری مغربی دنیا میں آپ کی آنکھیں یہ پڑھتے پڑھتے پک چکی ہوں گی کہ مسلمان دہشت گرد اور مسلمان دہشت گرد اور مسلمان دہشت گرد اور مسلمان دہشت گرد فلسطینی دہشت گرد اور فلاں دہشت گرد، اسلام اور دہشت گردی کو یک جان، ایک قالب بنا کر دکھایا گیا ہے۔ ایک ہی جان اور ایک ہی وجود کے دو نام ہیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اسرائیل دہشت گردی کا بانی مبانی ہے۔ اس سلسلے میں گذشتہ خطبے میں میں نے شاید چند مثالیں پیش کی تھیں۔ اب میں بہت مختصر آپ کو بتاتا ہوں کہ اسرائیل کی طرف سے دہشت گردی کے جو خوفناک واقعات ہو چکے ہیں ان پر آج تک عربوں کی تباہ شدہ بستیاں۔ دیر یاسین، یافا، قبیہ، مغربی بیروت، صبرا اور شاتیلا کے کھنڈرات گواہ ہیں۔ اتنے ہولناک مظالم ان بستیوں پر کئے گئے کہ مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں کو دن دہاڑے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے ذبح کیا گیا اور بڑے ظلم اور سفاکی کے ساتھ نیزوں میں پرو دیا گیا اور دوسرے طریقوں پر ہلاک کیا گیا اور ایک ذی روح وہاں زندہ نہیں چھوڑا گیا، ہزارہا اگر نہیں تو سینکڑوں ایسی بستیاں ہیں جنہیں کلیۃً خاک سے ملا دیا گیا۔ کوئی ایک عمارت بھی کھڑی نہیں چھوڑی گئی۔ صرف ۴۸ء کے ایک حملے کے دوران ۲½ لاکھ فلسطینی بے گھر کئے گئے اور یہ سارے امور ایسے ہیں جن کے متعلق مغرب خاموش ہے اور آنکھیں بند کئے ہوئے ہے۔

پس عرب ہوں یا دوسرے مسلمان ہوں، وہ حیرت سے دیکھتے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیوں ایک طرف سے ظلموں کے انبار کھڑے کئے جا رہے ہیں طوفان مچائے جا رہے ہیں اور کوئی حس نہیں ہے مقابل پر کوئی ایسا انسان نہیں ہے جو انصاف کے ساتھ اسرائیل کو مخاطب کر کے کہے کہ آج تم نے انسانی ظلموں کی تاریخ میں ایسے ابواب کا اضافہ کیا ہے جس سے انسانی ظلموں کی تاریخ کو شرم آتی ہے لیکن ان سب ظلموں سے چشم پوشی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ساتھ ہیں لیکن وقت کی رعایت سے میں ان کو پڑھ نہیں سکتا۔ اگر موقع ہوا تو بعد میں چھپ جائیں گی

وحشت و بربریت کی تاریخ میں اسرائیل کی طرف سے جو سیاہ ترین باب ہے اس کا اضافہ ۱۹۸۲ء میں ہوا۔ انہوں نے لبنان پر حملے کا ایک منصوبہ بنایا، جس کا نام رکھا تھا OPERATION PEACE FOR GALILEE یعنی گیلیلی کی بستی کے لئے امن کے تحفظ کا منصوبہ۔ اس ضمن میں ڈیوڈ گلمور اپنی کتاب DISPOSSESSED میں جو نقشہ کھینچتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسرائیل نے گیلیلی سے متعلق جو یہ منصوبہ بنایا، امر واقعہ یہ ہے کہ اس منصوبے کے لئے یہ بہانہ پیش کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے تحفظ کے لئے لبنان کے جنوب سے فلسطینیوں کے حملے کی روک تھام کی خاطر اور ان کے مسلسل حملوں سے تنگ آ کر یہ منصوبہ بنایا۔ مصنف لکھتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ جولائی ۱۹۸۱ء میں فلسطینیوں کا اور اسرائیلیوں کا ایک امن کا معاہدہ ہوا۔ گلمور لکھتا ہے کہ جولائی ۱۹۸۱ء سے لے کر مئی ۱۹۸۲ء تک جب اسرائیل نے لبنان پر حملہ کیا ہے اس وقت تک فلسطینیوں سے اس معاہدے کی ایک بھی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔ اس تمام عرصے میں کسی فلسطینی نے اسرائیل پر لبنان سے کوئی حملہ نہیں کیا[1]۔ دوسرا وہ کہتا ہے کہ گلیل کو لبنان کی طرف سے کبھی بھی کوئی خطرہ درپیش نہیں ہوا[2]۔ تیسرا وہ کہتا ہے[3] کہ ۱۹۸۲ء سے بہت پہلے، اور ان کے حوالوں سے ثابت کرتا ہے کہ یہ منصوبہ تیار تھا، اس لئے بعد میں جو فرضی بہانے گھڑ رہے ہیں ان کی اس لحاظ سے بھی کوئی حقیقت نہیں کہ ان بہانوں کی جو تاریخیں ہیں ان سے بہت پہلے سے ثابت شدہ حقیقت ہے کہ یہ منصوبہ بنا چکے تھے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ مئی ۱۹۸۲ء میں بیروت پر بمباری شروع

حوالہ ۱، ۲: DISPOSSESSED BY DAVID GILMOUR PAGE:222
۳: " " " " " " :220,221, 225

کی گئی تو وہ بمباری اتنی خوفناک تھی کہ دن رات ان کی توپیں بیروت سے باہر مسلسل ان پر گولے برسا رہی تھیں اور سمندر سے ان کے جہاز جن پر بہت ہی خوفناک توپیں تھیں ان توپوں سے ان پر آگ برسا رہے تھے۔ دن رات مسلسل مکانوں پر مکان منہدم ہوتے چلے جا رہے تھے اور لوگ مرتے جا رہے تھے[1] اور کوئی شخص نہیں تھا، کوئی آواز نہیں تھی دنیا میں جو ان مظلوم فلسطینیوں کے حق میں اٹھتی ہو۔ مغرب بھی خاموش تھا اور بدقسمتی کی انتہاء یہ ہے کہ خود عرب بھی خاموش تھے اور اس وقت تک اسرائیل کا اس قدر رعب پیدا ہو چکا تھا اور اس کی دہشت سے اتنے خوفزدہ تھے کہ کسی عرب ملک نے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی اور بمباری کے نتیجے میں چودہ ہزار آدمی وہاں مرے اور ۲۰ ہزار سے زائد زخمی ہوئے اور لاتعداد انسان بے گھر ہو گئے[2]۔

یہ ۱۹۸۲ء کی اس بمباری کا خلاصہ بعض اخباروں نے شائع کیا ہے۔ آپ نے شاید سنا ہو گا کہ جنگِ عظیم کے آخر پر جب جرمنوں نے انگلینڈ پر اور بیلجیئم پر ۲-۷ راکٹ چھوڑے تھے اور اس کے ذریعے بمباری کی تھی تو اس دور کو اس جنگ کا سب سے زیادہ ہولناک اور دردناک دور بیان کیا جاتا ہے انگلستان کی طرف سے بار بار مختلف وقتوں میں، مختلف سالوں میں ٹیلی ویژن پر اور دوسرے پروپیگنڈے کے ذریعے ۲-۷ کی اس بمباری کے تذکرے چلتے رہتے ہیں اور اسے بھولنے نہیں دیا جاتا لیکن آپ حیران ہوں گے کہ اس ۲-۷ کی بمباری کے نتیجے میں سارے انگلستان اور سارے بیلجیئم میں کل ساڑھے سات ہزار اموات ہوئی تھیں اور صرف بیروت میں اس بمباری کے نتیجے میں ۱۴ ہزار اموات ہو چکی تھیں۔ یہ سارے TERROR کے واقعات ہیں جو کسی کھاتے میں شمار نہیں ہوتے کوئی مغربی طاقت ان کا نوٹس نہیں لیتی اور اسرائیل کے خلاف اس بارے میں کوئی آواز بلند نہیں کرتی۔

اسرائیل کی وعدہ خلافیوں کے ہولناک اعداد و شمار

جہاں تک اسرائیل کے وعدوں کا تعلق ہے، یہ کہا جاتا ہے کہ اگر تم اسرائیل سے صلح کر لو تو اسرائیل سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ یہ سب جھوٹ ہے اور اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ اس کی مثال دنیا میں دکھائی نہیں دیتی۔ میں اعداد و شمار سے یہ بات ثابت کرتا ہوں کہ اسرائیل کے وعدوں کا اتنا اعتبار بھی نہیں جتنا دنیا کے سارے جھوٹوں کے مل کر کئے ہوئے وعدوں کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۶۷ء کی جو جنگ عربوں پر ٹھونسی گئی۔ یعنی وہ جارحانہ جنگ جس کے نتیجے میں عربوں کا ایک بہت وسیع علاقہ اسرائیل نے ہتھیا لیا اس جنگ سے پہلے اسرائیل نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہم عربوں کی زمین کا ایک فٹ قبضہ کرنے کا بھی ارادہ نہیں رکھتے اور ساری مغربی طاقتوں کو یقین دلایا تھا کہ ہماری نیت ہی قبضہ کرنے کی نہیں ہے ہم تو صرف فلسطینیوں کو ذرا مزہ چکھانے کے لئے ایسا کر رہے ہیں کہ اگر تم ہم پر حملوں سے باز نہ آئے اور تمہارے حمایتی اسی طرح جرأت کرتے رہے تو ہم اس قسم کی سزا دیں گے۔ یہ مقصد ہے صرف۔ چنانچہ لیوی اشکول LEVI ESHKOL ہیں جنہوں نے ۱۹۶۷ء کی جنگ سے پہلے اسرائیل کی طرف سے یہ اعلان کیا تھا۔ یہ پرائم منسٹر تھے۔ کہتے ہیں؛

ISRAEL, SAID THE PRIME MINISTER, HAD NO INTENTION OF ANNEXING EVEN ONE FOOT OF ARAB TERRITORY.'[3]

ایک فٹ بھی عرب علاقے کا ہم نہیں لینا چاہتے۔ یہ اسرائیل کے پرائم منسٹر کا اعلان تھا۔ اس جنگ کے بعد آج تک جتنا رقبہ عربوں کا انہوں نے اپنے قبضہ میں کیا ہے اگر اس کو فٹوں میں بیان کریں تو وہ ۳۷ ٹریلین فٹ بنتے ہیں۔ بلینز کی باتیں تو آپ سن چکے ہیں۔ ایک ہزار ملین کا ایک بلین بنتا ہے، ایک ہزار بلین کا ایک ٹریلین بنتا ہے تو ایک فٹ کے بدلے یہ ۳۷ ٹریلین یعنی ۳۷ ہزار بلین عرب FEET پر قابض ہو چکے ہیں۔ اس پر مجھے یاد آیا کہ ایک مغربی مصنف نے اسرائیل کی انتقامی کارروائیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مجھے یہ بات تو سمجھ آ جاتی ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، ان کی مذہبی تعلیم ہے۔ ایک آنکھ کے بدلے ایک آنکھ تو سمجھ میں آنے والی بات ہے لیکن ایک

حوالہ ۱: DISPOSSESSED, BY. DAVIA GILMOUR, PAGE& :223,224
۲: " " " " " :223
۳: " " " " " :225

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آنکھ کے بدلے ۲۰ آنکھیں یا اُس سے زیادہ کی سمجھ نہیں آتی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس مصنف نے اسرائیل کے ردّ عمل کے اعداد و شمار نہیں نکالے۔ اس وقت اسرائیل کا مذہب ایک کے بدلے ۲۰ آنکھیں نہیں بلکہ ایک آنکھ کے بدلے ۲۰ ہزار یا ۲۰ لاکھ آنکھیں ہیں اور جہاں تک وعدوں کا تعلق ہے وہ منفی صورت میں ایک کے بدلے ٹریلنیز کی اعداد و شمار میں وعدہ خلافی کی جاتی ہے۔ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے۔ اگلی بات سنیئے۔ جب انہوں نے لبنان پر ۸۲ء میں حملہ کیا جس کا میں مختصر ذکر کر چکا ہوں تو اس حملے سے پہلے انہوں نے اسی طرح یہ اعلان کیا کہ ہم لبنان کی ایک انچ زمین بھی قبضے میں نہیں لینا چاہتے[۱] اور جب لبنان پر قابض ہو کر انتہائی مظالم کر کے، ایک لمبے عرصے تک اور بھی ایسے مظالم کئے جن کا میں نے ذکر نہیں کیا، آخر لبنان چھوڑا تو دریائے لتانی (LITANI RIVER) کے جنوب کا وہ سارا حصہ قبضے میں کر لیا جو شروع سے ہی اسرائیل کے منصوبے میں شامل تھا[۲] اور اس رقبے کا انچوں میں رقبہ ۸ ٹریلین ۸۳۰ بلین مربع انچ بنتا ہے تو جب وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک فٹ بھی نہیں لینا چاہتے تو مراد ہوتی ہے ہم ۳۷ ٹریلین لینا چاہتے ہیں اور جب وہ کہتے ہیں ہم ایک انچ بھی نہیں لینا چاہتے تو مراد اس سے ہوتی ہے کہ ۸ ٹریلین ۸۳۰ بلین (مربع انچ) زمین ہم لینا چاہتے ہیں۔ اس پر مجھے خیال آیا کہ ان کی تاریخ کا حساب لگا کر دیکھیں کہ جب تورات میں یہ تعلیم نازل ہوئی تھی کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت تو اس وقت سے اب تک کتنا وقت گذر چکا ہے۔ سیکنڈز میں کر کے دیکھیں تو پھر اندازہ ہوگا ان کی نفسیات کا کہ ہر سیکنڈ یہ اس انتقام کی کارروائی کے جذبے میں کتنا اضافہ کرتے چلے جا رہے ہیں تو میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ توراۃ کی تعلیم کے نزول سے لے کر آج تک تقریباً جو میں نے اندازہ لگایا ہے سالوں کو سیکنڈز میں تبدیل کر کے، ۶ ٹریلین ۲۴۴ بلین ۱۲۸ ملین سیکنڈ بنتے ہیں۔ اب آپ اندازہ کریں کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے سے آج تک ۶ ٹریلین ۲۴۴ بلین اور ۱۲۸ ملین سیکنڈ کا عرصہ گذرا ہے اور اس عرصے میں ان کی وعدہ خلافیوں کی نسبت کتنی بڑھ چکی ہے۔ ایک سیکنڈ کی رفتار سے بھی کئی گنا زیادہ رفتار سے یہ جھوٹ بول رہے ہیں اور اسی نسبت سے ان کی انتقام کی تمنائیں بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ لبنان کے اوپر ظلم و ستم کی جو بارش برسائی گئی اس کے متعلق صرف ایک اقتباس میں ایک مغربی مبصر کا آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہاں اس وقت کینیڈین ایمبیسیڈر تھیوڈور آرکنڈ THEODORE ARCAND تھے انہوں نے اس بمباری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ اس بمباری کو دیکھ کر ۱۹۴۴ء کی برلن کی بمباری یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ایک ٹی پارٹی TEA PARTY ہو رہی ہوتی[۳] یعنی اگر بمباری یہ ہے تو برلن پر جو نہایت خوفناک بمباری ۱۹۴۴ء میں کی گئی تھی وہ اس کے مقابل پر ایک ٹی پارٹی TEA PARTY کی حیثیت رکھتی تھی۔

فلسطینیوں پر ہولناک مظالم

بعض مبصرین نے بہت عمدہ تجزیہ کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ محض PLO کے قتلِ عام[۴] کا منصوبہ نہیں تھا بلکہ فلسطین کی خودی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کا منصوبہ تھا۔ اور خود DR. NAHUM GOLDMAN جو ZIONISM کے بانی مبانی ہیں اور سالہا سال تک WORLD JEWISH CONGRESS اور WORLD ZOINIST ORGANIZATION کے صدر رہے ہیں، وہ یہ لکھتے ہیں کہ

THE APPARENT AIM IS TO LIQUIDATE THE PALESTINIAN PEOPLE[۵]

جو بھی ہمارے منصوبے تھے ان کا کھلا کھلا مقصد یہی تھا کہ فلسطینیوں کو تحلیل کر دیا جائے، ان کو صفحۂ ہستی سے ناپید کر دیا جائے۔

فلسطین کے خلاف اور فلسطینیوں کے خلاف اس قوم نے جو ظالمانہ رویہ اختیار کئے رکھا ہے اس میں فلسطینی لیڈر شپ کی کردار کشی نے بھی بہت ہی اہم کردار ادا کیا ہے چنانچہ ایک مغربی مبصر لکھتے ہیں کہ یہ ہمیشہ فلسطینیوں کی کردار کشی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہاں تک

[۱] DISPOSSESSED, BY. DAVID GILMOUR, PAGE. 225
[۲] 〃 〃 〃 〃 220, 221, 225
[۳] 〃 〃 〃 〃 224
[۴] OBSERVER بحوالہ DISPOSSESSED, P-226
[۵] DISPOSSESSED BY DAVID GILMOUR PAGE 226

کہ فلسطینیوں کو مخاطب بھی اس طرح کرتے ہیں کہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ فلسطینی کا نام لیا گیا ہو اور کوئی تحقیر کا اور تذلیل کا لفظ استعمال نہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ یہ کہنے کی بجائے کہ فلسطینیوں نے ایسا کیا، کہتے ہیں دہشت گرد یہ کرتے ہیں۔ جانور ANIMALS یہ کیا کرتے ہیں۔ BASTARDS ایک گندی گالی ہے وہ یہ کیا کرتے ہیں[۱] اور بیروت میں عرفات کو ہٹلر کے بنکر BUNKER میں بیٹھا ہوا عرفات بیان کرتے ہیں۔[۲]

کچھ عرصہ پہلے تک یہ فلسطینیوں سے نفرت کی وجہ یہ بیان کیا کرتے تھے کہ فلسطینی ہمارے وجود کو تسلیم نہیں کرتے تو ہم ان کے وجود کو کیوں تسلیم کریں ہم کس سے بات کریں۔ ان سے بات کریں کہ جو کہتے ہیں کہ تمہیں سمندر میں پھینک دیا جائے۔ لمبے عرصے کی کوششوں اور ناکامیوں کے بعد آخر یاسر عرفات نے ان کا یہ عذر دور کرنے کی کوشش کی اور یونائیٹڈ نیشنز کے اُس اجلاس میں جس میں یاسر عرفات کو بلایا گیا، انہوں نے کھلم کھلا تمام قوموں کے سامنے یہ اقرار کیا کہ میں تمام فلسطینی آزادی کی تحریک کی طرف سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہم اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے زندہ رہنے کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔ جب یہ اعلان کر دیا گیا تو اس کے چند دن کے بعد اسرائیل کی طرف سے اس کے جواب میں یہ اعلان ہوا۔

PALISTINE NO LONGER EXITED AND THEREFORE THERE WAS NO POINT IN IT HAVING A LIBERATION MOVEMENT. THE ONLY USEFUL THING THE PLO COULD DO, SAID THE SPOKESMAN OF THE ISRAELI FOREIGN MINISTRY, WAS TO DISAPPEAR.[۳]

انہوں نے اعلان کیا کہ فلسطین کے وجود کا معنی ہی کوئی نہیں یہ ختم ہو چکا ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور ان کی وزارت خارجہ نے یہ اعلان کیا اس کے جو یاسر عرفات نے ہمیں تسلیم کیا ہے اس کے جواب میں ہمارا ردعمل یہ ہے اور ہمارا فلسطینیوں کو مشورہ یہ ہے کہ وہ تحلیل ہو جائیں وہ ختم ہو جائیں، کالعدم ہو جائیں، ان کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔

یہ وہ قوم ہے جس کے ظلم و استبداد سے آنکھیں بند کر کے کمزور مظلوم فلسطینیوں کو مسلسل نہایت ظالمانہ پروپیگنڈے کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ان کی ساری زمینیں چھین لی گئی ہیں۔ ان کو ملک بدر کر دیا گیا ہے۔ ان پر آئے دن انتہائی ظالمانہ کارروائیاں کی جاتی ہیں۔ قتلِ عام کیا جاتا ہے۔ بستیوں کی بستیاں منہدم کر دی جاتی ہیں اور وہ در بدر پھر رہے ہیں۔ ان کا کوئی وطن نہیں رہا۔ ۴۰ لاکھ فلسطینی دنیا میں در بدر پھر رہا ہے اور ان کے وطن میں یہود کا پودا لگا کر اور اس کے پاؤں جما کر ان کی تعداد میں دن بدن اضافہ کیا جاتا رہا ہے اور کیا جا رہا ہے۔ ان ساری کوششوں کے باوجود آج بھی فلسطین میں کل ۲۵ لاکھ یہودی ہیں اور ابھی تک ۱۵ لاکھ فلسطینی وہاں موجود ہیں اور اس تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور آئندہ ان کے منصوبوں میں یہ بات داخل ہے کہ جب مغربی کنارے کو ہم یہودیوں سے بھر لیں گے تو پھر مزید جگہ کے مطالبے شروع کریں گے۔ پس پہلے یہ مکان بڑھاتے ہیں پھر آبادی بڑھاتے ہیں پھر مکان بڑھاتے ہیں پھر آبادی بڑھاتے ہیں۔ یہ ان کا طریق ہے اور وہ فلسطینی جو اس سرزمین پر سینکڑوں سال سے قابض تھے، وہیں پیدا ہوئے۔ وہیں کی مٹی میں پلے اور بنے اور بڑے ہوئے ان فلسطینیوں کو وہاں رہنے کا کوئی حق نہیں کہتے ہیں تمہارا کوئی ملک نہیں۔ تمہارا کوئی وجود نہیں۔ ہم تمہیں تسلیم نہیں کرتے سوال یہ ہے کہ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے امریکہ کس برتے پر، کس خیال سے، کس حکمت عملی کے نتیجے میں یہودیوں سے اپنے معاشقے کو قائم رکھے ہوئے ہے اور جس طرح ہمارے محاورے میں سانڈ چھوڑنا کہتے ہیں اس طرح عربوں کے کھیتوں میں ایک سانڈ چھوڑا ہوا ہے۔ عام کھیتوں میں جو سانڈ چھوڑے جاتے ہیں وہ تو سبزیاں کھاتے ہیں، یہ ایک ایسا سانڈ ہے جو خون پی کر پلتا ہے اور گوشت کھا کر

[۱] DISPOSSESSED, BY DAVID GILMOUR, PAGE: 226-227
[۲] 〃 〃 〃 〃 : 224
[۳] 〃 〃 〃 〃 : 227

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بڑھتا ہے اور کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔

اقوام متحدہ کی قراردادوں کی پامالی

ایک ریزولیوشن کی باتیں آپ نے بہت سنی ہیں کہ عراق جب تک اس ریزولیوشن پر عمل نہ کرے ہم عراق کو مارتے چلے جائیں گے اور برباد کرتے چلے جائیں گے اور اس کو کویت سے نکالنے کے باوجود بھی اس وقت تک ہم اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ یہ امکان نہ مٹ جائے، یہ احتمال ہمیشہ کیلئے نہ مٹ جائے کہ بیسیوں سال تک کبھی عراق کی سرزمین سے کوئی شخص سر اٹھا سکے۔ اسکے مقابل پر اسرائیل کی ظالمانہ کارروائیوں کے نتیجے میں جب بھی سیکیورٹی کونسل میں ریزولیوشنز پیش ہوئے کہ ان کارروائیوں کو روکا جائے یا ان کا رخ موڑا جائے تو ہمیشہ امریکہ نے ان ریزولیوشنز کو ویٹو کیا۔ ۲۷ مرتبہ ایسا ہو چکا ہے کہ سیکیورٹی کونسل میں اسرائیل کو ظالم قرار دیتے ہوئے اس سے مطالبہ کیا گیا کہ تم عرب علاقے خالی کرو اور ظلم سے ہاتھ کھینچو اور ۲۷ مرتبہ امریکہ کے نمائندے نے اس کو ویٹو کر دیا اور امریکہ کی ویٹو اکثر صورتوں میں اکیلی تھی جبکہ دوسری ویٹو کی تاریخ کا میں نے مطالعہ کیا ہے اس میں اکثر صورتوں میں دو تین دوسرے بھی شامل ہوتے تھے لیکن باقی سب کے مقابل پہ امریکہ اکیلا اسرائیل کا حمائتی بن کر ان ریزولیوشنز کے خلاف ویٹو کا حق استعمال کرتا رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ ریزولیوشنز کتنے ہیں جن میں کچھ نہ کچھ اسرائیل کی مذمت کی گئی ہے اور اسرائیل کو متوجہ کیا گیا کہ تم ظلم سے باز آؤ تو ان کی تعداد بھی ۲۷ بنتی ہے جو پاس ہوئے اور ان میں سے اکثر میں امریکہ غیر حاضر رہا ہے۔ جن ریزولیوشنز کی زبان بہت زیادہ سخت تھی ان کو تو پاس ہی نہیں ہونے دیا۔ جن میں مذمت بھی کی گئی تھی، زبان بہت زیادہ سخت نہیں تھی انمیں امریکہ الگ رہا اور ان کی تائید میں ووٹ نہیں ڈالا اور ۲۴۲ جس کا ذکر آپ نے بہت سنا ہوا ہوگا وہ ریزولیوشن جس میں اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ۱۹۶۷ء کی ہتھیائی ہوئی اپنی زمینیں واپس کرو۔ اس ریزولیوشن کو پاس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایسی عبارت داخل کر دی گئی ہے جس کے نتیجے میں اسرائیل کے حمائتیوں کے ہاتھ میں ایک ہتھیار آگیا ہے کہ جس طرح چاہیں اس ریزولیوشن کا مطلب نکال لیں۔ صرف وہ ایک ریزولیوشن ہے جس پہ امریکہ نے اثبات کیا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ کیوں ہو رہا ہے۔ عقل بھنا جاتی ہے کہ یہ قابلِ فہم بات دکھائی نہیں دیتی۔ کیوں آخر اس طرح ہوتا چلا جا رہا ہے؟ کیا مقصد ہے امریکہ کا اسرائیل کی اس طرح منہ زور حمایت کرنے کا؟

اسرائیل کے خلاف اور عراق کے خلاف قراردادوں کے لب و لہجہ کا نمایاں فرق

اسرائیل کے خلاف مذمت کے جو ریزولیوشنز سیکیورٹی کونسل میں پاس ہوتے رہے ان کے مطالعہ سے ایک اور دلچسپ بات میرے سامنے یہ آئی کہ اُن ریزولیوشنز کے رویے میں اور عراق کے خلاف ریزولیوشنز کے رویے میں زمین آسمان کا ایک فرق ہے۔ عراق کو سانس نہیں لینے دیا گیا۔ موقعہ ہی نہیں دیا گیا۔ ایک طرف یہ ریزولیوشن پاس ہوا کہ اقتصادی پابندیاں SANCTIONS ہوں۔ خوراک بند ہو جائے دوائیاں تک بند ہو جائیں۔ کوئی چیز کوئی پتہ بھی داخل نہ ہو سکے اور اقتصادی پابندیاں SANCTIONS ابھی کچھ عرصہ جاری ہوئی تھیں تو فیصلہ کر لیا گیا کہ اب اس پر حملہ کیا جائے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ اقتصادی پابندیوں سے بہت پہلے حملے کا منصوبہ مکمل ہو چکا تھا۔ اقتصادی پابندیوں کا مطلب یہ تھا کہ حملے سے پہلے بھوک سے مارا جائے اور ضرورت کی اشیاء کی نایابی کا عذاب دے کر مارا جائے یہاں تک کہ بعد میں بچوں کے دودھ کے پلانٹ پر بھی حملہ ہوا تو یہ اس کا مقصد تھا۔ اس رویے میں اور اس رویے میں جو اسرائیل کی عدم تعاون کے بعد سیکیورٹی کونسل نے اختیار کیا زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ان کے ریزولیوشنز کی زبان یہ بنتی ہے کہ دیکھو اسرائیل! ہم نے تمہیں فلاں فلاں وقت کہا تھا تم عرب علاقہ واپس کر دو اور تم اب تک اس میں جمے ہوئے ہو ہم اس کو نہایت ہی غصے کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم یہ بات پسند نہیں کرتے۔ پھر ریزولیوشن پاس ہوتا ہے کہ اے اسرائیل! ہم نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ ہم برا منائیں گے اور ہم برا منا رہے ہیں۔ پھر ریزولیوشن پاس ہوتا ہے، ہم نے پہلے بھی دو دفعہ بتایا تھا کہ ہم بہت برا منا رہے ہیں۔ ہم پھر بتاتے ہیں کہ ہم بہت برا منائیں گے۔ پھر ریزولیوشن پاس ہوتا ہے کہ دیکھو! ہم بہت برا منا رہے ہیں اور ہم ایسے اقدامات کرنے پر مجبور ہوں گے جس سے تم پر ثابت ہو جائے کہ ہم بہت برا منا رہے ہیں اور پھر ریزولیوشن پاس ہوتا ہے کہ جس طرح ہم نے کہا تھا ہم اب مجبور ہو گئے ہیں تمہیں یہ بتانے پر کہ ہم بہت ہی برا منا رہے ہیں۔ اس کے سوا کوئی ریزولیوشن پاس نہیں ہوا۔ بالکل ویسا ہی ہے جیسے ہمارے ہاں یو۔پی کے متعلق یہ لطیفہ ہے کہ وہ لوگ ذرا لڑائی سے گھبراتے ہیں تو یوپی والے کو جب کوئی مارے اور طاقتور ہو تو وہ اس کو کہتا ہے کہ "اب کی مار"۔ اب مار کے دیکھو۔ وہ دوبارہ مارتا ہے تو کہتے ہیں "اب کی مار"۔ پھر دوبارہ مارتے ہیں تو کہتے ہیں "اب کی مار"۔ چنانچہ یہ لطیفہ تو شائد فرضی ہوگا۔ یوپی کے بڑے بڑے بہادر لوگ ہیں۔ جیالے ہیں۔ بڑے بڑے مقابلے انہوں نے دشمنوں سے کئے ہیں مگر یہ لطیفہ اقوام متحدہ کے حق میں ضرور صادق آتا ہے۔ ہر دفعہ اسرائیل مار پہ مار دیتا چلا گیا ہے اور کھلم کھلا بغاوت کے رنگ میں کہتا رہا ہے تمہارے ریزولیوشنز کی حیثیت کیا ہے۔ ردّی کا کاغذ ہے، میں پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دوں گا۔ میں پاؤں تلے روند دوں گا اور ہر دفعہ اقوام متحدہ کہتی ہے "اب کی مار" اب اگر تم نے ایسا کیا تو ہم بہت ہی برا منائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیوں یہ پاگل پن ہو رہا ہے۔ کوئی حد ہوتی ہے۔ یہ ناقابلِ فہم باتیں ہیں۔ یقین نہیں آ سکتا کہ دنیا میں یہ کچھ ہو سکتا ہے لیکن ہو رہا ہے۔

اس اقوام متحدہ کا فائدہ کیا ہے؟ میں تو یہ سوچتا ہوں اور عرب اور مسلمان ممالک کو اگر وہ ہوشمند ہیں اور باقی دنیا کو بھی یہ سوچنا چاہیئے کہ اس اقوام متحدہ کا کیا فائدہ ہے جو عملاً صرف ان بڑی قوموں کے مفاد میں فیصلے کرتی ہے جو بڑی قومیں اقوام متحدہ پر قابض ہو چکی ہیں اور اقوامِ متحدہ کا دستور جن کو یہ طاقت دیتا ہے کہ جب چاہیں کسی کے خلاف ظلم کریں اور ساری دنیا کی قوموں کو یہ طاقت نہ ہو کہ اس ظلم کے خلاف آواز ہی بلند کر سکیں۔ اگر وہ آواز بلند کرنے کی کوشش کریں تو اس کو ویٹو کر دیا جائے اور اپنے کسی حیلے سے جس طرح چاہیں کسی پر ظلم کرا لیں کسی دنیا کی طاقت نہ ہو کہ وہ اس کے خلاف آواز بلند کرے اور کلیتہً دنیا کی تقدیر ان کے ہاتھ میں ہو۔ یونائیٹڈ نیشنز کی یہ کیفیت ہے۔ جب عربوں کے خلاف یا مسلمانوں کے خلاف فیصلے کرنے ہوں تو انتہائی ظالمانہ فیصلے کئے جائیں اور جب اُن کے حق کی بات ہو تو سوائے چند آوازیں نکالنے کے اس کی اور کوئی بھی حیثیت نہیں۔

بچپن میں مجھے مرغیاں پالنے کا شوق تھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض مرغیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ بیٹھیں پالنے والے کے صحن میں کرتی ہیں اور انڈے دوسرے کے صحن میں جا کر دیتی ہیں۔ پس اقوام متحدہ کی مرغی تو ویسی ایک مرغی ہے۔ بیٹھیں کرنے کے لئے عربوں اور مسلمانوں کے صحن رہ گئے ہیں اور انڈے دینے کے لئے اسرائیل اور مغرب کے صحن ہیں۔ پس اگر یہی یونائیٹڈ نیشنز کا تصوّر ہے اور یہی اس کے مقاصد ہیں تو دنیا کو سوچنا چاہیئے۔ چنانچہ اس بارہ میں میں بعد میں (اللہ نے چاہا تو) جب دنیا کو عمومی مشورے دوں گا تو اُن کو ایک مشورہ اس سلسلے میں بھی دوں گا۔

اسرائیل کے انتقام کی یادداشت قوی ہے

ایک ہی بات بالآخر سمجھ آتی ہے کہ مغربی دنیا درحقیقت اسلام سے گہری دشمنی رکھتی ہے اور اس دشمنی کے پسِ منظر میں جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا، تاریخی رقابتیں بھی ہیں اور اس دشمنی کی وجہ ایک وہ خوف بھی ہے جو جاہل ملّاں اسلام کے متعلق مغربی دنیا اور دوسری دنیا کے دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ اپنی جہالت سے اسلام کا ایک ایسا تصور پیش کرتا ہے جس سے دنیا خوف کھاتی ہے کہ یہ لوگ اگر طاقت پائیں گے تو ہم پر جبر و تشدد کریں گے۔ اس مسئلے کے متعلق بعد میں جب میں مسلمانوں کو مشورہ دوں گا تو پھر اس ذکر کو چھیڑوں گا۔ یہ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اسرائیل کو مسلمانوں کے پیچھے ڈال کر اگر ان کا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کی مدافعانہ طاقت کو توڑ دیں گے یا اس طرح اسرائیل اُن مظالم کو بھول جائے گا جو مغرب نے اسرائیل پہ کئے ہوئے ہیں اور اُن مظالم کا بدلہ مسلمانوں سے لیتا رہے گا تو یہ ان کی سب سے بڑی حماقت ہے۔ اسرائیل کے انتقام کی یادداشت بہت قوی ہے اور نہ مٹنے والی ہے اور اسرائیل کے احسان کی یادداشت اس طرح ہے جس طرح پانی پہ تحریر لکھی گئی ہو۔ آپ کو اگر اسلامی تاریخ سے واقفیت ہو تو آپ یہ سُن کر حیران ہوں گے کہ ۸۰۰ سال تک سپین پر مسلمانوں نے جو حکومت کی ہے اس تاریخ میں ایک واقعہ بھی کسی یہودی پر ظلم کا آپ کو دکھائی نہیں دے گا مسلمانوں کے طاقت کے ادوار میں جب بھی آپ جس دور پر بھی نظر ڈالیں۔ ایک دوسرے پر ظلم تو آپ کو دکھائی دے گا۔ اور وہ بھی اس وقت جب ملّاں ایک فرقے کے ماننے والوں کو دوسرے فرقوں کے ماننے والوں کے خلاف بھڑکاتا رہا لیکن یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف اسلام کی تاریخ میں آپ کو کوئی مظالم دکھائی نہیں دیں گے۔ تین ایسے قبائل ہیں جن کا تاریخ اسلام کے آغاز سے تعلق ہے۔ جنہوں نے بار بار معاہدہ شکنی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور مسلمانوں سے دھوکے کئے۔ ان کے خلاف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جنگ کے دوران حملہ آوروں سے ملتے رہے، اُن تین قبائل کے خلاف بالآخر مسلمانوں کو کارروائی کرنی پڑی۔ وہ قبائل ہیں: بنو قینقاع[1] ۔ بنو نضیر[2] اور بنو قریظہ[3]۔

فرضی مظالم کی یادیں

جب ۱۹۴۷ء میں یونائیٹڈ نیشنز میں اسرائیل کے قیام پر بحث ہو رہی تھی تو وہاں اسرائیلیوں نے مسلمانوں کو طعن دیتے ہوئے کہا کہ ہمارا حق ہے اور تمہیں تو ہمیں اپنے گھروں سے نکالنے کی عادت رہی ہے۔ ہم آج تک نہیں بھولے جو تم نے بنو قریظہ[1] اور بنو نضیر[2] اور بنو قینقاع[3] سے کیا تھا، تو یہ عجیب یادداشت ہے کہ فرضی مظالم کی یادیں تو ۱۴۰۰ سال سے زندہ رکھے ہوئے ہیں اور حقیقی احسانات کی یادوں کو بھولتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ عجیب قوم ہے کہ یہ بات بھول گئے ہیں کہ جب ازابیلا اور فرڈیننڈ نے ۱۴۹۰ء میں یہودیوں کے سپین سے انخلاء کا حکم دیا تو اس سے پہلے تقریباً ۲۰۰ سال مسلسل سپین میں یہودیوں پر ظلم ہوتے رہے لیکن وہ ایسے ظلم تھے کہ ان کے نتیجے میں یہود نے پھر بھی وہاں سے نکلنے کا فیصلہ نہیں کیا۔ بالآخر جبراً ان کو عیسائی بنایا گیا اور جب بڑی تعداد میں یہودی عیسائی بن گئے تو پھر یہ تحریک شروع کی کہ یہ جھوٹے عیسائی ہیں دھوکہ دینے کے لئے عیسائی بنے ہیں ابھی بھی بہت امیر ہو گئے ہیں اس لئے ان کی دولت چھیننے کے لئے کوئی بہانہ تلاش کرو۔ چنانچہ ازابیلا کو اور فرڈی ننڈ کو اس وقت کے عیسائی پادریوں نے بار بار یہ تحریص اور لالچ دلائی کہ اس قوم کا ایک ہی علاج ہے کہ ان کی عیسائیت پر اعتماد نہ کیا جائے اور ہمیں انکیوزیشن (INQUISITION) کی اجازت دی جائے۔ INQUISITION سے مراد ہے: وہ ٹارچر کرنے کے ذرائع جو عیسائی دنیا اپنے مخالفوں کے خلاف استعمال کرتی تھی اور اُن ذرائع سے نہایت ہی دردناک مظالم غیر عیسائیوں پر کئے جاتے تھے اور ان عیسائیوں پر کئے جاتے تھے جن کے دین پر شک ہو۔ چنانچہ ایک لمبے عرصے تک یہ بحث جاری رہی۔ ازابیلا چونکہ پوپ سے ناراض تھی SIXTUS IV تھا غالباً اس وقت، اس سے کسی وجہ سے ناراض تھی۔ وہ اس کی مرضی کے کارڈینل مقرر نہیں کرتا تھا۔ اس لئے اس نے اجازت نہیں دی کہ پوپ کی مقرر کردہ کوئی کمیٹی INQUISITION کے کام سپین میں کرے۔ بالآخر فرڈیننڈ کو عیسائی پادریوں نے یہ لالچ دی کہ اگر تم اس کی اجازت دے دو تو یہود کے جتنے اموال چھینے جائیں گے یہ ہم تمہارے قبضے میں دیں گے۔ ہمیں صرف ظلموں کی اجازت دو، اموال تمہارے۔ چنانچہ ۱۴۸۰ء سے INQUISITION شروع ہوئی INQUISITION کی تاریخ حقیقتاً اتنی دردناک ہے کہ شاید ہی کبھی انسانی تاریخ میں ایسے دردناک مظالم کی مثال آپ کو نظر آتی ہو جیسے اس زمانے میں یہودیوں پر عیسائیوں کی طرف سے کئے گئے۔ اس کے باوجود دل نہیں بھرا تو ۱۴۹۲ء میں ان کے انخلاء کا حکم جاری کر دیا گیا۔

آپ کو یاد ہو گا کہ بلیک ڈیتھ BLACK DEATH جو ۱۳۴۷ء سے ۱۳۵۲ء تک یورپ میں ہلاکت خیزی کرتی رہی۔ بلیک ڈیتھ یعنی طاعون کا وہ حملہ جو یورپ میں ۱۳۴۷ء سے ۱۳۵۲ء تک بکثرت انسانی جانوں کی ہلاکت کا موجب بنا۔ بلیک ڈیتھ کے زمانے میں یورپ میں پہلے ہی یہود پر مظالم کئے جا رہے تھے اور فرانس میں سب سے زیادہ مظالم کئے گئے۔ چنانچہ وہاں کے مظالم کا تصور کریں کہ وہاں سے بھاگ کر انہوں نے پہلے فرانس میں اور پھر یورپ کے دیگر ممالک میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن وہاں بھی ان کو پناہ نہیں ملی اور ان پر مظالم جاری رہے۔ پناہ اگر ملی تو فلسطین کی اسلامی حکومت نے دی ہے یہ ایک تاریخی واقعہ ہے اور دوبارہ بھی نازی مظالم کے زمانے میں پھر یہ فلسطین پناہ لینے گئے ہیں پس ساری اسلامی تاریخ میں ان کے ساتھ احسان پر احسان کا سلوک کیا جاتا رہا۔ ان کے علم و فضل نے مسلمانوں کی گودوں میں پرورش پائی ہے اور ظلم ہوئے ہیں یورپینز کی طرف سے اور مغربی عیسائی قوموں کی طرف سے اور ان کا بدلہ یہ مسلمانوں سے لے رہے ہیں۔ یہ تصور ہے جو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے ذہن میں ہے کہ اس سے بہتر اور کیا سودا ہوگا۔ یہودیوں کو مسلمانوں کے گلے ڈال دو اور ہمارے ظلموں کا انتقام مسلمانوں سے لیں۔ ایک ہی تیر سے دونوں مارے جائیں۔ اس سے زیادہ اور کیا حکمت عملی کی پالیسی ہو سکتی ہے۔

یہودی انتقام لینا کبھی نہیں بھولتے

لیکن وہ یہ بات بھول رہے ہیں کہ یہودی ظلم بھولنے والی قوم نہیں ہے۔ ان کی سرشت کے خلاف ہے یہ ناممکن ہے کہ مغرب سے یہ اپنے مظالم کا بدلہ نہ لیں۔ وقت کے

بات ہے۔ آج یہ مسلمانوں کا خون چوس کر طاقت حاصل کریں گے اور یہ طاقت ابھی اتنی بڑھ چکی ہے اور ایسی خوفناک ہو چکی ہے کہ ان کے جرنیل کھلم کھلا کہہ رہے ہیں کہ ہم تو سوویٹ یونین سے ٹکر لے کر اس کو بھی شکست دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ جو ٹیکنیکل KNOW-HOW جنگی ہتھیار بنانے کا ہے اس میں بہت سی شاخوں میں یہ امریکہ سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔ ایٹم بم بنا چکے ہیں۔ دوسرے مہلک ہتھیار بنا چکے ہیں۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ کیوں یہ طاقت بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی بڑی ہی جہالت ہوگی اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان کے حملوں سے ڈر کر یہ ایسا کر رہا ہے۔ بہت بڑی بے وقوفی ہے۔ مسلمان حملوں سے ڈرنا کیا جب بھی مسلمانوں سے چاروں نے ٹکر لی ہے ان کی طاقت کو تہس نہس کر دیا ہے۔ اور ہر حملہ آور کو ایسی ظالمانہ شکست دی ہے کہ اس سے سارے عالم اسلام کی گردن شرم سے جھک جاتی رہی ہے۔ ان کو مسلمانوں سے کیا خوف ہے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ دنیا کی فتح کے منصوبے ہیں۔ پہلے تیل کی طاقت پر قبضہ کیا جائے گا۔ ہر قدم کے بعد جب اس قدم کی یادداشت پھیکی پڑ جائے گی پھر اگلا قدم اٹھے گا پھر اس کے بعد اگلا قدم اٹھے گا۔ پھر اگلا قدم اٹھے گا۔ اس لئے جب میں کہتا ہوں کہ مکے اور مدینے کو خطرہ ہے اور توحید کو خطرہ ہے تو اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے۔ انہوں نے بالآخر لازماً تیل کے چشموں پر قابض ہونا ہے یعنی نیت ان کی یہ ہے۔ آگے خدا کی تقدیر اور رنگ دکھائے اور ہماری دعائیں بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوں تو اور بات ہے ورنہ بظاہر جو منصوبہ ہے وہ یہی ہے۔ اس کے بعد یہ مغرب سے اپنے بدلے لیں گے اور ایسے ہولناک بدلے لیں گے کہ مغرب ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ جنگ کا بگل بجانے والی قوم ہے اور جنگ کا بگل ڈیوڈ بن گوریان بجا چکے ہیں۔ تقریباً ۴۰ سال پہلے کی آواز اُن کے کانوں میں گونج رہی ہے کہ جنگ اور جنگ اور جنگ اور اس کے سوا تمہارے قیام کا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

پس اگر امریکہ اور اس کے اتحادی اس خوش فہمی میں ہیں کہ وہ یہودیوں کو بھی پاگل بنا رہے ہیں اور مسلمانوں کو بھی پاگل بنا رہے ہیں اور ایک کو دوسرے کے خلاف لڑا رہے ہیں تو یہ اُن کی غلط فہمی ہے۔

ویٹنام میں امریکی مظالم

امریکہ کے متعلق میں نے ایک یہ بھی بیان کیا تھا کہ بہت سے نفسیاتی عوامل ہیں جو امریکہ کو اپنی بعض پرانی ناکامیوں کے داغ مٹانے کیلئے عراق کو ذلیل و رسوا کرنے پر مجبور کر رہے ہیں اس سلسلے میں میں نے ویٹ نام کا ذکر کیا تھا اور ویٹ نام کے متعلق اب میں خلاصۃً آپ کو بتاتا ہوں کہ وہاں امریکہ کی خودی کو کس طرح توڑا گیا ہے اور کس طرح دنیا کی سب سے عظیم طاقت کے تکبّر کو پارہ پارہ کیا گیا ہے۔ ویٹنام کی جنگ کا آغاز ۴ر اگست ۱۹۶۴ء کو ہوا ہے اور عجب اتفاق ہے۔ یہ توارد ہے یا تقدیر کی کوئی بات ہے کہ وہ آغاز بھی ایک STORM سے ہوا تھا۔ اس STORM کا نام امریکن مورخین TROPIC STORM کہتے ہیں۔ واقعہ یہ ہوا کہ دو امریکن جہاز جب شمالی ویٹنام اور جنوبی ویٹنام کی جنگ جاری تھی اور اشتراکی ویٹنامیز، جنوبی غیر اشتراکی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کر رہے تھے تو امریکہ کو بہانے کی تلاش تھی کہ کسطرح اس ملک میں دخل دے کر جنوبی ویٹنام کی حمایت میں شمالی ویت نام کو شکست دی جائے۔ چنانچہ ان کا ایک جہاز جس کا نام MADDOX تھا۔ MADDOX جہاز شمالی ویت نام کے سمندر کے اس حصے میں داخل ہو گیا۔ جو درحقیقت ان کی اپنی حدود کا علاقہ تھا۔ جن پر ان کی بالادستی ہوتی ہے۔ اس پر انہوں نے کچھ پٹرول BOATS بھجیں تاکہ وہ اس جہاز پر حملہ کریں۔ اور انہوں نے حملے کی کوشش کی بھی مگر جہاز اُن کو DESTROY کر کے اُن کے حملے سے نکل کر باہر چلا گیا اور باہر اُن کا ایک ساتھی DESTROYER جس کا نام TURNER JOY تھا۔ اُس کو لے کر دوسرے یا تیسرے دن واپس آ گیا۔ ان کا خیال تھا کہ اب جب ہم پر دوبارہ حملہ کریں گے تو ہمیں بہانہ ہاتھ آ جائے گا لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ TROPIC STORM آ گیا اور TROPIC STORM بھی جسطرح DESERT STORM ہوتے ہیں بہت ہی خطرناک چیز ہے۔ اُس کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کی ساری الیکٹرانک EQUIPMENTS HAY WIRE ہو گئیں۔ پاگل ہو گئیں۔ ان کو پتہ ہی نہیں لگتا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے یہ ہیں کہ انہوں نے واقعۃً یہ سمجھا کہ ان پر حملہ ہو گیا ہے۔ اب چالوں والی بات ہے۔ طوفان آ رہا ہے۔ دکھائی دے رہا ہے۔ اور اُس سے یہ کس طرح سمجھ لیا کہ حملہ ہو گیا ہے۔ یعنی ویتنام نے وہ طوفان چلایا تھا۔ بہر حال بہانے جب تلاش کرنے ہوں تو اسطرح کے بیوقوفوں والے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بہانے تلاش کئے جاتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا حملہ ہوگیا ہے اور انہوں نے دھڑا دھڑ ویت نام کے علاقے پر بمباری شروع کر دی اور پھر اس بات پر قائم رہ گئے۔ کہ چونکہ انہوں نے حملہ کیا تھا۔ اس کی جوابی کارروائی کی ہے۔ اس پر بڑی شدت کے ساتھ ویت نام پر حملہ کیا گیا۔ ہوائی حملہ بھی کیا گیا اور ایک سال کے اندر اندر یعنی وہ ۱۹۶۴ء کا جو سال ہے وہ ختم ہونے سے پہلے پہلے دو لاکھ امریکی سپاہی ویت نام کی سرزمین میں پہنچا دیئے گئے تھے۔ ۱۹۶۷ء میں یہ تعداد بڑھ کر پانچ لاکھ چالیس ہزار بن چکی تھی۔ بمباری کا عالم یہ تھا کہ ساڑھے آٹھ سال تک مسلسل دن رات ویت نام پر بمباری کی گئی ہے اور ویت نام پر کل بمباری ۲۵ لاکھ ٹن کی گئی ہے یعنی جنگ عظیم کے ۶ سال میں تمام دنیا میں، یورپ اور ایشیا اور افریقہ وغیرہ دوسری دنیا میں جتنی بمباری ہوئی ہے۔ تقریباً اتنی ہی بمباری صرف ایک ویت نام پر اس ۸½ سال میں کی گئی جو فلوریڈا ریاست کے بمشکل برابر ہے۔ امریکہ کی ریاستوں میں سے ایک ریاست فلوریڈا ہے اور اپنی دنیاوی طاقت کے لحاظ سے فلوریڈا سے بہت پیچھے ہے۔ نہ صنعت کی کوئی حالت، نہ کوئی دوسری تجارتی طاقت اُسکو حاصل ہے۔

امریکی تکبر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا

ایک غریب ملک ہے لیکن عظمت کردار دیکھیں کہ ۸½ سال تک سربلند کر کے امریکہ سے ٹکر لی ہے۔ اس عرصے میں جنوبی ویت نام میں ان کے مرنے والے سپاہی اور شمالی ویتنام میں مرنے والے سپاہی اور شہریوں کی کل تعداد ۲۵ لاکھ تھی۔ گویا سارے اسرائیل کا یہودی اگر ہلاک ہو جائے تو اتنی تعداد بنتی ہے اور انہوں نے سر نہیں جھکایا۔ امریکن تکبر کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے اور اس ذلت اور رسوائی کے ساتھ امریکہ کو پھر شکست تسلیم کرنی پڑی اور شکست تسلیم کرنے کا طریق بھی ایسا دلچسپ ہے کہ فرانس میں جب امن کانفرنس ہو رہی تھی تو شمالی ویتنام نے عارضی طور پر بھی جنگ بندی سے انکار کر دیا۔ انہوں نے یہ اعلان کیا کہ ہم صلح کی باتیں بھی کریں گے اور لڑائی بھی جاری رکھیں گے چنانچہ یہ جو سبق آج عراق کو دے رہے ہیں۔ یہ انہوں نے ویت نام سے سیکھا تھا کہ صلح کی باتیں بھی کریں گے اور لڑائی بھی جاری رکھیں گے۔

پس وہاں جو دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا تکبر ٹوٹا ہے وہ اتنی ہولناک نفسیاتی شکست ہے کہ کسی طرح وہ اس کا بدلہ چاہتے ہیں اور اپنی قوم کی خود اعتمادی کو بحال کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ٹوٹی ہوئی کمریں جوڑا نہیں کرتیں اور باوجود اس کے کہ عراق پر بمباری کی رفتار کے لحاظ سے ویت نام کے مقابل پر چار گنا شدت کی جا رہی ہے۔ ابھی تک یہ دو دنوں کی جنگ کہہ رہے تھے۔ چھٹا ہفتہ ہو گیا ہے اور ابھی تک عراق کی کمر نہیں توڑ سکے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ دنیا بدل چکی ہے۔ یہ زمانے وہ نہیں رہے۔ اب انسان کی خودی کا تصور بلند ہو رہا ہے۔ اسکو ہوش آ رہی ہے۔ آزادی کی لہریں چل رہی ہیں۔ خدا کی تقدیر دنیا کے رجحانات تبدیل کر رہی ہے۔ اب چھوٹے خداؤں کے دن نہیں رہے۔ ان کی صفیں لپیٹنے کے دن آ چکے ہیں اور ان کو یہ دکھائی نہیں دے رہا۔ ظلم پر ظلم کرتے چلے جا رہے ہیں اور یہ نہیں سوچ رہے کہ ان کی کیا تصویر دنیا میں بن رہی ہے۔ اور آئندہ تاریخ میں کیا بنے گی۔ آج یہ صدام حسین کو ہٹلر اور ظالم اور سفاک کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ اگر ساری باتیں بھی تسلیم کر لی جائیں تو ویت نام میں انہوں نے جو مظالم کئے ہیں وہ سارے مظالم صدام حسین کے مظالم کے مقابل پر اس طرح ہیں جس طرح رائی کے مقابل پر ایک پہاڑ ہو۔ صدام حسین سے جتنے فرضی مظالم جو بیان کئے جاتے ہیں اگر فرض کریں سارے سچ ہوں تو ان مظالم کے مقابل پر (ان کی) کوئی بھی حیثیت نہیں جو امریکہ نے ۸½ سال تک ویت نام پر کئے ہیں اور کوئی حق نہیں۔ تمہارا کام کیا ہے۔ کسی اور ملک پر جا کر بمباری شروع کر دینا اور اس ملک کے ایک حصے کی لڑائی میں اس کا شریک بن کر دوسرے ملک کے انسانوں پر بربریت کی انتہا کر دینا وہ تفصیں اگر آپ پڑھیں تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ آپ کا سارا وجود کانپنے لگے۔ اتنے خوفناک مظالم ہیں۔ لیکن اس سے بڑا ظلم یہ کہ آج تک یہ ویت نامیز کی کردار کشی کرتے چلے جا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے جن شہروں پر دوبارہ قبضہ کیا تو وہاں ہماری تائید کرنے والوں کو انہوں نے اس طرح ہلاک کیا۔ اس طرح ظلم کئے۔ وہاں سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کی اکٹھی قبریں ہیں۔ جنگ میں جو غداری کرتا ہے اور اتنی اتنی ظالمانہ جنگ اور یک طرفہ جنگ میں اسکے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہیئے۔ دنیا کا کون سا قانون ہے جو غدار کی جان کی ضمانت دیتا ہے اور یہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے ان کی حمایت کی تھی۔ پس اُن مظالم کے نقشے کھینچتے ہیں اور وہ جو دوسرے مظالم ۸½ سال تک یکطرفہ کرتے چلے گئے ان کا کوئی ذکر نہیں کرتے میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو امریکہ کو خوفناک نفسیاتی بیماری لگ چکی ہے۔ یہ آج دنیا کے امن کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔

کرائے کے فوجیوں کی جنگ کی مثال

اس پر ایک اور بات کا خوفناک اضافہ ہوا ہے۔ ایک ایسی جنگ کی مثال قائم کی گئی ہے۔ جسکی کوئی نظیر ساری دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ یعنی کرائے کی جنگوں کی باتیں تو آپ نے سنی ہوں گی۔ مگر اتنی وسیع پیمانے پر، اتنی خوفناک کرائے کی جنگ کبھی دنیا کی تاریخ میں نہیں لڑی گئی۔ ویت نام کی جنگ میں امریکہ کے کردار کا کم سے کم ایک اچھا پہلو یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے کشکول لے کر نہیں گیا تھا۔ کہ ہمیں اس جنگ کے پیسے دو۔ ایک سو بیس بلین (۱۲۰) ساڑھے آٹھ ۸½ سال تک ظلم برسانے کا خرچ امریکہ نے خود برداشت کیا ہے۔ ۱۲۰ بلین بہت بڑی رقم ہے۔ لیکن موجودہ جنگ ساری کی ساری مانگے کے پیسوں سے لڑی جا رہی ہے۔ اب ایسی جنگ کی مثال اگر اس دنیا میں قائم کر دی جائے کہ تم کس سے پیسے لے کر لڑو تو دنیا کے امن کو پھر کیا ضمانت باقی رہے گی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ غریب قوموں کا امن امیر قوموں کے ہاتھ میں تھما دیا جائے گا اور جب چاہئیں جہاں چاہئیں دنیا کی امیر قومیں کرائے کے ٹٹو لے کر، کرائے کے سپاہی لے کر غریب قوموں پر مظالم ڈھاتی رہیں۔ یہ پیغام ہے جو دنیا کو دیا جا رہا ہے اور مزید ایک اور ایسی حرص اس جنگ کے ساتھ شامل ہے کہ اسکے نتیجے جب رفتہ رفتہ ظاہر ہوں گے تو آپ حیران ہوں گے کہ کس طرح یورپ کی دوسری قوموں میں بھی اس سے تحریک پیدا ہو گی کہ اگر جنگ کا یہی مطلب ہے تو کیوں نہ ہم بھی ہاتھ رنگ لیں۔ عراق اور کویت پر اس جنگ میں جو تمام تباہی وارد کی گئی ہے اس کے پیسے انہوں نے وصول کئے ہیں اور اس تباہی کے نتیجے میں نقصان پورا کرنے کے اُس سے کئی گنا زیادہ پیسے ان سے وصول کریں گے۔ پس ہلاک کرنے کے بھی پیسے اور دوبارہ زندہ کرنے کے بھی پیسے اور دوبارہ زندہ کرنے کے پیسے ہلاک کرنے کے پیسوں سے بہت زیادہ۔ کرائے کے قاتل کو کم دیا جاتا ہے لیکن سرجن کو زیادہ دیا جاتا ہے۔ تو یہ دونوں کردار انہوں نے اپنی ذات میں اکٹھے کر لئے ہیں۔ یہ ہے دنیا کا سب سے بڑا خطرہ۔ آج کے بعد ایک نیا اندازِ فکر پیدا ہوا ہے اور بڑھتا چلا جائیگا اگر اس کی روک تھام نہ کی گئی۔ کسی غریب قوم کو مروانے کے لئے کسی امیر قوم نے پیسے دیئے تو مروایا جائے گا۔ اور پھر بعد میں اس قوم کی تعمیر نو کے لئے بھی اسی کو جرمانے ڈالے جائیں گے اور دونوں کے فائدے اُن کو پہنچیں گے۔

کھوپڑیوں کے میناروں کی سرزمین

آخر پر میں آپکو عراق کی سرزمین سے متعلق یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ بڑی مظلوم سرزمین ہے اور بڑے بڑے سفاکانہ خوفناک ڈرامے اس سرزمین پر کھیلے گئے ہیں۔ میں نے سوچا کہ اس سرزمین کو کیا نام دیا جائے تو مجھے خیال آیا کہ اسے موت اور کھوپڑیوں کے میناروں کی سرزمین کہا جا سکتا ہے تاریخ میں سب سے پہلے اسیریوں (ASSYRIANS) نے عراقی علاقے پر قابض ہو کر اتنے مظالم اس علاقے میں بسنے والی قوموں پر کئے تھے کہ ۲۰۰ سال تک ان مظالم سے یہ سارا علاقہ کانپتا رہا اور سسکتا رہا۔ ۸۷۹ (قبل مسیح) میں اسیرین کے دور استبداد کے آغاز میں وہاں کے فاتح بادشاہ نے اپنے محل کے سامنے ایک مینار تعمیر کیا، اس مینار پر یہ عبارت کندہ تھی کہ "میں کھالیں کھنچوانے والا بادشاہ ہوں جس شخص نے مجھ سے ٹکر لی ہے میں نے اسکی کھال کھنچوا دی اور یہ مینار جو تم دیکھ رہے ہو اس پر ساری کی ساری انسانی کھالیں منڈھی ہوئی ہیں اور اس مینار کی چوٹی پر تم جو پنجر دیکھ رہے ہو نیزے پر گڑھا ہوا وہ بھی انسانی پنجر ہے اور اس مینار کے اندر بھی انسان زندہ چنے گئے تھے پس میں وہ بادشاہ ہوں جو کھالیں کھنچوانے والا اور ہلاکت کا بادشاہ ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ دعویٰ تھا کہ میں یہ سب کچھ نیکی کی خاطر کر رہا ہوں اور دراصل اسیرینز (ASSYRIANS) کی جنگ نیکی اور بدی کی جنگ ہے۔ ہم نیکیوں کے نمائندہ ہیں اور باقی سب دنیا بدیوں کی نمائندہ ہے۔

میں نہیں جانتا صدر بش نے اس تاریخ کا مطالعہ کیا ہے یا نہیں لیکن عراق میں جو کچھ کر رہے ہیں وہ ویسا ہی ایک تمثیلی مینار بنانے کی باتیں سوچ رہے ہیں جس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پر یہی عبارت کندہ ہوگی کہ ہم سر توڑنے والے، کھوپڑیوں کو برباد کر دینے والے، عزت نفس کو مٹا ڈالنے والے اور پاؤں تلے روندنے والے بادشاہ ہیں۔ جس شخص نے ہمارے خلاف کوئی آواز بلند کی اور سر اٹھانے کی جرأت کی ہم اس کی کمر توڑیں گے اور ان کی کھوپڑیوں سے ویسا ہی مینار بلند کریں گے جیسے عراق کی تاریخ میں اس سے پہلے بلند ہوتے رہے ہیں۔

اس کے بعد دوسرا مینار جو عراق میں بنایا گیا وہ ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خان نے کھوپڑیوں سے بنایا اور پھر تیسرا مینار ۱۴۰۱ء میں تیمور لنگ نے بغداد میں کھڑا کیا اور وہ بھی واقعۃً انسانی کھوپڑیوں سے بنایا گیا تھا۔ ؎۱

تکبر کا سر لازماً ٹوٹے گا

پس یہ کیسی مظلوم سرزمین ہے جہاں ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں، اس سے بھی پہلے تین دفعہ انسانی لاشوں اور جلدوں اور کھوپڑیوں سے مینار تعمیر کئے گئے ہیں تاکہ کسی جابر کے سامنے دنیا کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔ پس آج جو کچھ عراق میں ہو رہا ہے یہ انہیں باتوں کا اعادہ ہے۔ میں نہیں جانتا کہ آئندہ کیا ہوگا۔ میں نہیں جانتا کہ خدا کی تقدیر کب ان کا تکبر کا سر توڑنے کا فیصلہ کرے گی لیکن یہ میں جانتا ہوں کہ لازماً خدا کی تقدیر اس تکبر کا سر توڑے گی لیکن یہ بات میں امریکہ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ کمر جو تمہاری ویتنام میں توڑی گئی تھی، عراق کے مظالم کے نتیجے میں یہ کمر اب جڑ نہیں سکتی۔ بظاہر تم نے وہاں بھی کھوپڑیوں کا ایک مینار بلند کرنے کی کوشش کی تھی مگر ۲۵، لاکھ ٹن بارود سے جتنی زمین کھودی جا سکتی ہے جتنے گہرے کنوئیں کھودے جا سکتے ہیں اتنے گہرے قعر مذلت میں ہمیشہ کے لئے تمہارا نام دفن ہو چکا۔ آئندہ تاریخ میں یہ باتیں زیادہ اجاگر ہوتی چلی جائیں گی۔ یہ مظالم کے داغ جو تمہارے چہرے پر لگے ہیں آج تمہارے رعب کی وجہ سے اور تمہارے ظلم و ستم کے دبدبے کے نتیجے میں یہ نمایاں کر کے دنیا کو دکھانے کے لئے کسی کے پاس طاقت ہو یا نہ ہو مگر تاریخ بالآخر وقت کے ساتھ ساتھ ان کو زیادہ نمایاں کرتی چلی جائے گی۔ یہ سیاہیاں زیادہ گہری ہوتی چلی جائیں گی۔ پس دوسری نظر سے بھی تو اپنے آپ کو دیکھو۔ باہر تمہاری کیا تصویر بن رہی ہے اور آئندہ تمہاری کیا تصویریں بننے والی ہیں اور جن مقاصد کو لے کر تم اٹھے ہو ان سے بالکل برعکس کاروائیاں کر رہے ہو۔ امن کی بجائے ہمیشہ کے لئے دنیا کو جنگ میں جھونکنے کے فیصلے کر چکے ہو لیکن اگر امریکہ ان باتوں کو سمجھنے پر آمادہ نہیں جیسا کہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت اپنے تکبر کے نشے میں اتنی بلند پروازی ہے کہ اپنے ہی بنائے ہوئے فرضی ظلموں کے میناروں کی چوٹیوں پر بیٹھے ہوئے دنیا کا ملاحظہ کر رہے ہیں تو پھر آئندہ کیا ہو گا اور خدا کی تقدیر ان کو کیا دکھائے گی۔ اس کے متعلق میں (اللہ نے چاہا تو) آئندہ خطبے میں کچھ بیان کروں گا اور یہود کو بھی مشورہ دوں گا اور مسلمانوں کو بھی اور باقی دنیا کو بھی۔ آج کا وقت جدید انسانی تاریخ میں انتہائی نازک وقت ہے۔ ابھی وقت ہے کہ ہم اس ظلم اور استبداد کے دھارے کا رخ موڑ سکتے ہیں۔ ابھی معاملہ اتنا زیادہ ہاتھ سے نہیں نکلا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ان مشوروں کو قبول کر لیا گیا جو میں قرآنی تعلیم کے نتیجے میں، اس کی مطابقت میں دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں تو (اللہ نے چاہا تو) اس ظلم کے دھارے کا رخ واپس موڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہماری حیثیت صرف عاجز دعا گو بندوں کی حیثیت ہے اور ہماری دعائیں لازماً وہ کام کر سکتی ہیں جو ہماری ظاہری کوششیں بظاہر نہیں کر سکتیں۔ بظاہر کیا؟ فی الحقیقت بھی نہیں کر سکتیں۔ ہماری کوششوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ اتنی بھی حیثیت نہیں ہے کہ ہم جو امریکہ کو ایسے الفاظ میں مخاطب کر رہے ہیں اس سے ان کے وجود کا ایک بال بھی کانپے یا ہلے یا اس میں جنبش محسوس ہو۔ اس کے باوجود میں جانتا ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ یہ مقدر ہے کہ دنیا کے آخر پر اگر دنیا کی تاریخ کا رخ موڑنا ہے۔ تو (حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کی جماعت کی دعاؤں نے موڑنا ہے.......... اور خدا کے عاجز بندوں کی پگھلی ہوئی دعاؤں نے موڑنا ہے

خطبہ (....) میں حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) یہ لکھتے ہیں کہ یہ مقدر تھا اور ہے اور ایسا ضرور ہو گا۔ آپ فرماتے ہیں جب .... کی روح آستانۂ الوہیت پر پگھلے گی اور راتوں کو اس کے سینے سے دردناک آوازیں اٹھیں گی تو خدا کی قسم دنیا کی بڑی طاقتیں اس طرح پگھلنے لگیں گی جیسے برف دھوپ میں پگھلتی ہے اور اس طرح ان طاقتوں کے ہلاک ہونے کے دن آئیں گے اور ان کے تکبر کے ٹوٹنے کے دن آئیں گے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) تو آج نہیں لیکن (آپ) کی روح جماعت احمدیہ میں زندہ ہے۔ پس اے (حضرت بانی سلسلہ) کی روح کو اپنے سینوں میں لئے ہوئے احمدیو! خدا کے حضور راتوں کو اٹھو اور اس طرح پگھلو اور دردناک کراہ کے ساتھ اور دردناک چیخوں اور سسکیوں کے ساتھ خدا کے حضور گریہ زاری کرو اور یقین رکھو کہ جب تمہاری روحیں خدا کے آستانے پر پگھلیں گی تو دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کے پگھلنے کے دن آ جائیں گے اور یہ وہ تقدیر ہے جسے کوئی دنیا کی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔ (ماخطبہ (....) روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۳۱۷-۳۱۸)

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے فرمایا:۔

حضرت مولوی جلال الدین صاحب شمس ...... کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر صلاح الدین صاحب کچھ عرصہ پہلے امریکہ میں عارضۂ قلب سے وفات پا گئے۔ بہت ہی مخلص اور فدائی انسان تھے۔ ان کا سارا خاندان ہی دین کی خدمت میں قربانی کرنے والا ہے مگر شمس صاحب نے جو روایتیں قائم کی ہیں وہ تو انمٹ ہیں۔ یہ بچہ صلاح الدین جب پیدا ہوا تھا تو اس کے تھوڑے عرصے بعد یا اس سے پہلے ہی مولوی جلال الدین صاحب شمس غیر ملکوں میں (خدمت دین) کے لئے روانہ ہو چکے تھے، انگلستان میں بہت عرصہ رہے جب واپس گئے تو اس بچے کی عمر ۱۱، ۱۲ سال کی تھی اور سٹیشن سے جب مولوی صاحب کو گھر لایا جا رہا تھا اور تانگے میں ان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو مولوی صاحب نے کہا کہ صلاح الدین کہاں ہے۔ میرا دل چاہتا ہے میں اپنے بچے کو دیکھوں، اس پر کسی نے کہا کہ مولوی صاحب صلاح الدین آپ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اس کو دیکھیں۔ یہ قربانی کرنے والے احمدی ہیں جن کی اولادیں اب اللہ کے فضل سے آگے پھر دین میں مخبت رہی ہیں، پھر آگے (اللہ نے چاہا تو) ان کی اولادیں دین میں مخبتی رہیں گی تو مولوی منیر الدین صاحب شمس نے مجھے توجہ دلائی کہ اگر کسی کا حق ہے جنازۂ غائب کا تو پھر میرے بھائی کا تو بدرجۂ اولیٰ حق ہے میں نے اسے تسلیم کیا۔ عام طور پر تو جب کوئی حاضر جنازے آتے ہیں تو ہم دوسرے جنازے ساتھ ملا لیا کرتے ہیں مگر جس رنگ میں مجھے تحریک ہوئی ہے میں نے اس کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا ہے کہ آج جمعہ کے بعد اور عصر کے بعد مولوی جلال الدین صاحب شمس ...... کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر صلاح الدین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی جائے گی۔

؎۱ CAMBRIDGE HISTORY OF ISLAM, VOL.1 PAGE.170, EDITORS.

مسیح موعود علیہ السلام کا لفظ لکھنے پر مقدمہ

مکرم محمد رفیع ناصر۔ ناصر دواخانہ گولبازار ربوہ کو تھانہ ربوہ نے مورخہ ۵ مارچ ۱۹۹۱ء کو زیر دفعہ ۲۹۸/۷ گرفتار کر لیا۔ ان کے خلاف الزام ہے کہ انہوں نے اپنے دواخانہ کی ادویات کی تشہیر کے لئے فہرست ادویہ و جنتری ۱۹۹۱ء شائع کی ہے جس میں "مسیح موعود علیہ السلام" کا لفظ لکھا ہے۔ محمد رفیع صاحب ناصر اب ضمانت پر رہا ہیں اور مقدمہ زیر کارروائی ہے۔

ناظر امور عامہ

تردید

اخبار جنگ لاہور مورخہ ۱۹ فروری ۹۱ء میں موضع جلہ مخدوم ضلع سرگودھا کے ایک شخص سردار علی کے احمدیت سے علیحدگی کا اعلان شائع ہوا ہے۔ یہ خبر سراسر غلط اور جھوٹی ہے۔ سردار علی نام کا اس گاؤں میں کوئی احمدی نہیں ہے بلکہ موضع جلہ مخدوم میں کوئی بھی احمدی نہیں ہے۔ اس لئے اس سراسر غلط اور جھوٹی خبر کی اس اعلان کے ذریعہ تردید کی جاتی ہے۔

ناظر امور عامہ ربوہ

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی ربوہ
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے